قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ

اَلْوِدَادُ

لِآلِ سَيِّدِ الْعِبَادُ

صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم

از قلم:

مفتی محمد چمن زمان نجم القادری

رئیس جامعۃ العین ۔ سکھر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وطنِ خداداد پاکستان آلِ رسول ﷺ کے غلاموں کا ملک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملکِ پاکستان میں ناصبیوں کے لیے کھل کر آلِ رسول ﷺ کی مخالفت آسان کام نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اپنی بھرپور کوشش میں ہیں اور غیر محسوس طریقے سے پیہم اپنے وار کیے جا رہے ہیں۔

ناصبیوں کی اس سلسلے کی کوششوں میں سے ایک اہم کوشش ہے:

"آلِ رسول ﷺ کے خصائص کا انکار"

اور اس انکار کے لیے وہ لوگ آلِ رسول ﷺ کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے عظمت والے صحابہ کو لے کر آتے ہیں۔ سادہ لوح سنی یہی سمجھتا ہے کہ:

"صحابہ کی شان بیان ہو رہی ہے۔"

لیکن در حقیقت صحابہ کی شان کی آڑ میں آلِ رسول ﷺ کے خصائص کا انکار کیا جا رہا ہوتا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی عظمت وہ نہیں جو لفظوں کی قید میں بند ہو سکے، لیکن اصحابِ رسول ﷺ کی عظمت و شان کے بیان کا سہارا لے کر آلِ رسول ﷺ کے خصائص کا انکار کرنا انتہائی مذموم سازش ہے۔ کیونکہ خصائصِ آلِ رسول ﷺ کے منکرین آلِ رسول ﷺ کے لیے امتیازی حیثیت کے انکاری ہیں اور مسلمانوں کو بھی اس امتیازی حیثیت کا انکاری بنانا چاہتے ہیں۔

ناصبیوں نے اس کام پر چند عاقبت نااندیش خطیبوں کو تعینات کر رکھا ہے، جو شانِ صحابہ کے بیان کی آڑ میں ایک ایک کر کے "خصائصِ آلِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم" کا انکار سکھاتے جا رہے ہیں۔

ان کم علم خطیبوں کی اپنی تو کوئی حیثیت نہیں، لیکن ان خطیبوں کی پشت پناہی کرنے والی تنظیمیں اور جماعتیں افرادی قوت اور مالی طاقت کے بل بوتے پر ایک منظم سازش کے تحت اہلسنت کی صفوں میں انتہائی گھناؤنا کھیل کھیل رہی ہیں۔

اس لیے ضروری سمجھا کہ ان حضرات کی سازش کا پردہ چاک کیا جائے اور مصطفی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے غلاموں کو آلِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی غلامی کی طرف کھینچا جائے۔

یہ اس سلسلے کا پہلا کتابچہ ہے، جو ایک ناصبی خطیب کی گفتگو کے جواب میں مختصر وقت میں تحریر کیا۔ اللہ کریم جل وعلا اپنے حبیبِ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی آلِ پاک کی سچی نوکری کی توفیق بخشے، ان شاء اللہ اس سلسلے کو آگے بڑھایا جائے گا اور ناصبیوں کے "فتنہ انکارِ خصائصِ آلِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم" کا بھرپور تعاقب کیا جائے گا۔

لیکن ان سطور کا مطلب کوئی یہ نہ سمجھے کہ: رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے کمالات کا انکار یا اس سلسلے میں کسی تنگ دلی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

ہم تو یہ موضوع چھیڑنا ہی نہیں چاہتے تھے اور نہ ہی ہمارے اکابر نے آل واصحاب میں یوں مقابلہ بازی کرائی ہے۔ کیونکہ مقابلہ بازی تو وہاں کرائی جائے جہاں کسی ایک

گروہ سے استغناء ممکن ہو، یہاں تو آلِ رسول سے مستغنی ہونے والا بھی بحرِ ضلالت میں ڈوب کر مرتا ہے اور اصحابِ رسول سے روگردانی کرنے والا بھی بھٹک کر مرتا ہے۔

ہمارا مقصد فقط "فتنہ انکارِ خصائص آلِ رسول ﷺ" کا قلع قمع ہے، ورنہ ہم صمیمِ قلب سے مانتے ہیں کہ:

اللہ جل وعلا نے آلِ رسول ﷺ کو اُن خصائص سے نوازا جو کسی نبی کے امتیوں میں دکھائی نہیں دیتے، لیکن اس کے باوجود افضل الناس بعد الانبیاء ہونے کا اعزاز سیدنا ابو بکر صدیق کو حاصل ہے۔

ہر مؤمن کے مولا سیدنا مولا علی مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، لیکن افضل الناس بعد الانبیاء پھر بھی سیدنا ابو بکر صدیق ہیں۔

علوِ نسب وشرافتِ صہر میں برتری مولا علی کو ہے لیکن افضل الناس بعد الانبیاء سیدنا صدیقِ اکبر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے مواخات کا اعزاز مولا علی کو ہے مگر افضل الناس بعد الانبیاء پھر بھی سیدنا صدیقِ اکبر ہیں۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ: ان سطور میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی ہستیوں کی عظمت وشان کی کمی کا بیان مقصود نہیں، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ان سطور کا مقصد "خصائصِ آلِ رسول ﷺ" کے انکار کے فتنہ کا رد ہے۔ جو لوگ

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی عظمت وشان کے بیان کے بہانے آلِ رسول کے خصائص اور امتیازی حیثیات سے انکار کر رہے ہیں، ان لوگوں کو عوامِ اہلِسنت کی نگاہوں میں آشکار کرنا مقصود ہے۔

اللہ جل وعلا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی بھی سچی غلامی عطا فرمائے اور آلِ رسول ﷺ کی نوکری میں جینا مرنا نصیب فرمائے۔

آمین

بحرمة النبی الامین

صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم

محمد چمن زمان نجم القادری

رئیس جامعۃ العین ۔ سکھر

مبسملا وحامدا ومحمدا　　　مصلیا ومسلما محمدا

یا آلَ بیتِ رسولِ اللهِ حبکمُ　　　فَرْضٌ مِنَ اللّٰهِ فِی القُرآنِ أَنْزَلَهُ

یکفیکمُ منْ عظیمِ الفخرِ إنَّکمُ　　　مَنْ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لا صَلاۃَ لَہُ

تمہیدی گفتگو:

خاندانِ رسول ﷺ کے بارے میں ایک مخصوص طبقے کے اندر انتہائی تنگ دلی پیدا ہو چکی ہے۔ جہاں بھی خانوادۂ رسول ﷺ اور بالخصوص "اصحابِ عبا" رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی خاص منقبت نظر آئے گی تو انکار کی راہ تلاش کرنے میں مگن ہو جائیں گے۔

چونکہ زبانی دعوی محبتِ اہلبیت کا بھی ہے، لہذا صاف صاف انکار نہیں کر سکتے تو "خصوصیت" کا انکار کر دیتے ہیں۔

ہمارے سادہ لوح سنی سمجھتے ہیں کہ شاید یہ "حبِّ اصحابِ رسول ﷺ" میں ایسا کیا جارہاہے، لیکن حقیقت میں یہ حب اصحاب نہیں، آلِ پاک سے بغض یا کم از کم آلِ پاک کے لیے تنگ دلی ہے۔

سیدنا صدیقِ اکبر، سیدنا فاروقِ اعظم، سیدنا عثمانِ غنی تو صحابہ کے تاجدار ہیں۔ آپ کسی عام صحابی کی شان میں زمین وآسمان ایک کر دیں۔۔۔ ضعیف چھوڑ موضوع ومن گھڑت روایات بیان کر ڈالیں۔۔۔ نہ تو اس طبقہ کی غیرت بیدار ہوتی ہے اور نہ ہی علمی دیانت کو ہوش آتی ہے۔

لیکن آپ جیسے ہی اصحابِ عبا اور بالخصوص سیدنا مولا علی کے خصائص کی طرف اشارہ کریں ، ان ناصبیوں کی غیرت انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھتی ہے اور طرح طرح کے اعتراضات شروع کر دیئے جاتے ہیں۔

ابھی دو دن پہلے برادرم حبیب رضوی صاحب نے مجھے ایک خطیب کی ویڈیو بھیجی ، موصوف بر سرِ منبر گلا پھاڑ پھاڑ کر **"بابِ مودت میں آلِ رسول ﷺ کی خصوصیت"** کے انکار کے لیے چِلّا رہے تھے:

یہ لفظِ "قربی"

یہ قرآن میں مطلق استعمال ہوا ہے۔

جس کو اللہ مطلق رکھے اس کا پہلے اطلاق بیان کرنا پڑتا ہے۔

چونکہ المطلق یجری علی اطلاقہ

اللہ نے مطلق فرمایا: قریبیوں سے پیار کرو۔

اب قریبی ہیں کون؟

یہ اور بیچارے کھینچنے والے ہیں

کوئی کہتا ہے صحابہ قریبی کوئی کہتا ہے اہلبیت قریبی

لیکن یہ قربی کا اطلاق بتاتا ہے کہ حضور کے صحابہ بھی قریبی ہیں حضور کی اہلبیت بھی قریبی ہیں۔

اس قربی میں دونوں آتے ہیں۔

صحابہ بھی قریبی ہیں اور اہلبیت بھی قریبی ہیں۔
کیونکہ یہ قرآن کا مطلق ہے۔اس کو اطلاق پہ رکھنا پڑے گا۔
انتہی بحرفہ

مطلق کو اطلاق پہ رکھنے کے معنی:

قارئینِ ذی قدر!
بغضِ اہلبیت میں ان صاحب کی مت ماری گئی ہے۔ حنفیوں کے ہاں کتابِ الہی کے "مطلق" کو اپنے اطلاق پہ رکھنے کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ لیکن موصوف سے کوئی پوچھے کہ:
کیا آپ کو مطلق کو اپنے اطلاق پہ رکھنے کا مطلب بھی پتا ہے یا کسی سے سن سنا کر "المطلق یجری علی اطلاقه" کا رٹا لگا لیا ہے؟
"مطلق" اپنے اطلاق پہ رہتے ہوئے بھی فقط ان افراد کو شامل ہو گا جو اس کے مفہوم و معنی کے دائرے میں داخل ہو سکیں گے۔۔۔!!!
"زمین" مطلق رکھیں جب بھی "آسمان" کو شامل نہیں۔ "سورج" مطلق رکھیں جب بھی "چاند" کو شام نہیں۔ "دن" مطلق رکھیں جب بھی "رات" کو شامل نہیں۔۔۔
موصوف کو کوئی سمجھائے کہ:
مطلق کے اپنے اطلاق پہ جاری ہونے کے یہ معنی نہیں کہ لفظ اپنے مفہوم سے خارج

افراد کو بھی اپنے ضمن میں لے لے۔۔۔!!!

"قربی" کے اپنے اطلاق پہ رہنے کا مطلب ہے:

ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے لحاظ سے "قربی" کے مفہوم کا فرد بنے گا، کسی وصف کا لحاظ کیے بغیر اس سے مودت لازم ہے۔

قربیٰ کے معنی:

اب دیکھنا یہ ہے کہ:

عربی لغت کے اعتبار سے "قربی" کا مفہوم کیا ہے۔۔۔!!!

المحکم والمحیط الاعظم ، المخصص ، تاج العروس ، لسان العرب ، معجم متن اللغة ، تہذیب اللغة اور دیگر دسیوں لغت کی کتابوں میں "قربی اور قرابۃ" کے معنی اس انداز میں بیان ہوئے:

والقرابة، والقربى: الدنو في النّسَب

(المحکم والمحیط الاعظم 6/389، المخصص 1/332، تاج العروس 4/8، لسان العرب 1/665، معجم متن اللغۃ 4/521)

یعنی "قرابت" اور "قربی" کے معنی ہیں: "نسب میں قریب ہونا"

بنابریں:

"قربی" کے اپنے اطلاق پہ رہنے کا مطلب یہ ہوا کہ:

ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ سے نسبی قربت کا حامل ہے اس کی مودت واجب ہے۔۔۔!!!

صحابۂ کرام "قربیٰ" میں کیسے داخل؟

اب اس خطیب سے کوئی پوچھے کہ:

مطلق مطلق کر کے جو آپ نے "صحابۂ کرام" رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کو بھی اس اطلاق میں حصے دار بنایا، وہ کیسے بنایا؟

رسول اللہ ﷺ کے وہ صحابہ جو "اصحاب" ہونے کے ساتھ ساتھ "عظمتِ قرابت" کے حامل بھی تھے، جیسے رسول اللہ ﷺ کے چچا، رسول اللہ ﷺ کی اولاد، آپ ﷺ کے نواسے نواسیاں وہ تو بلاشبہ "اطلاق" میں داخل ہیں اور ان کی مودت واجب ہے۔ لیکن وہ اصحابِ رسول رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین جو "نسبی قربت" کے فضل کے حامل نہیں تھے، اطلاق کا جھانسا دے کر انہیں کس طرح حصے دار بنایا گیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین عظمتوں کے مینار اور ہدایت کے ستارے ہیں۔ قرآن وحدیث کے راوی اور ساری امت کے افضل ترین افراد ہیں۔ ان کی عظمتوں اور رفعتوں کے بیان میں زندگیاں گزر جائیں جب بھی ان کی عظمتوں کا ایک باب بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہاں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ان نفوسِ قدسیہ کی عظمت ورفعت کا انکار مقصود نہیں۔۔۔ یہاں بات فقط اتنی ہے کہ:

ناصبی حضرات "قربیٰ" کے اطلاق کا بہانہ کر کے آلِ رسول ﷺ کی خاصیت "وجوبِ مودت" کا انکار کرنا چاہتے ہیں۔۔ اور یہ سراسر جھوٹ اور دھوکا دہی ہے۔

"قربیٰ" کو مطلق رکھا جائے اور اطلاق پر کسی اور اطلاق کا بھی اضافہ کر دیا جائے جب بھی اس کے ضمن میں فقط وہی نفوسِ قدسیہ داخل ہوں گے جنہیں رسول اللہ ﷺ سے "نسبی قربت" حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے معنی میں گنجائش ہی انہی نفوسِ قدسیہ کی ہے۔ اطلاق کے بہانے ہر ہر صحابئ رسول ﷺ کو اس میں داخل کرنا قطعاً غیر معقول بلکہ تحریفِ معنوی کے قبیل سے ہے۔

قرآنِ عظیم میں "قربیٰ" کا کلمہ:

قرآنِ عظیم میں "قربیٰ" کا کلمہ پندرہ آیتوں میں سولہ بار آیا ہے۔ ان "سولہ" مقامات میں سے کوئی ایک مقام ایسا بتایا جائے کہ یہ کلمۂ مبارکہ اپنے اطلاق کی وجہ سے "تمام صحابۂ کرام" رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو شامل ہو؟

سورۂ شوریٰ کی آیت 23 کے علاوہ باقی 15 مقامات میں سے کسی ایک مقام پہ بھی یہ کلمۂ مبارکہ اپنے اطلاق کے سبب تمام اصحابِ رسول ﷺ کو شامل نہیں۔

آپ سورۂ انفال کی آیت 41 کو ہی دیکھ لیجیے، فرمایا:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ

یعنی تم اس بات کو جان لو کہ جو بھی غنیمت تم حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ جل وعلا اور اس کے رسول ﷺ اور قرابت والوں کے لیے ہے۔

(الانفال 41)

کسی سنی عالم چھوڑ، کسی ناصبی خارجی ہی کی رائے بتا دی جائے جس نے "قربیٰ" کے اطلاق کا بہانہ کر کے ہر ہر صحابیِٔ رسول ﷺ کو خُمُس کا حقدار ٹھہرایا ہو؟؟؟

پورے قرآنِ عظیم میں کسی ایک مقام پہ بھی "قربیٰ" اپنے اطلاق کے باعث "تمام صحابۂ کرام" رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کو شامل نہیں، پھر آیتِ مودت میں اس قسم کا دعوی "آلِ رسول ﷺ" کے لیے تنگ دلی کی وجہ سے نہیں تو اور کیا سبب ہو سکتا ہے؟؟؟

"قربیٰ" مطلق ہو ہی نہیں سکتا:

قارئینِ ذی قدر!

خطیبِ مذکور انتہائی کم علم شخص ہے۔ بغضِ آلِ رسول ﷺ میں اس قدر اندھا ہو چکا ہے کہ "اطلاق، اطلاق" کی رٹ لگا کر "بابِ وجوبِ مودت میں آلِ رسول ﷺ" کی خاصیت کی نفی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ نادان اس بات کو نہیں جانتا کہ:

آیتِ مودت میں "قربیٰ" اپنے اطلاق پہ رہ ہی نہیں سکتا۔۔۔!!!

جی ہاں!!!

"قربیٰ" کے مطلق رہنے کا مطلب یہ ہوا کہ:

ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا سے نسبی رشتہ رکھتا ہے اس کی مودت واجب ہے، چاہے وہ صفتِ ایمان سے متصف ہو یا نہ ہو۔۔۔!!!

اب اس خطیب کو کوئی سمجھائے کہ اس کے "مطلق" نے "ابولہب" کی مودت

بھی واجب کر دی ہے۔۔۔۔!!!

ہو سکتا ہے کہ وہ بولے کہ:

"صفتِ ایمان" لازمی ہے۔ تو اس کم علم کو بتایا جائے کہ:

"ایمان کی قید ضروری قرار دینے سے قربیٰ مطلق نہیں مقید بن جائے گا"

مجھے نہیں اندازہ کہ وہ کم علم اس بات کو سمجھ پائے گا یا نہیں، لیکن اصول کا مبتدیٔ طالبِ عالم بھی اس معمولی سی بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

حاصلِ گفتگو یہ ہوا کہ:

"قربیٰ" مطلق رہے تو ہر مؤمن و غیر مؤمن کی محبت واجب۔ اور اگر مطلق نہ ہو تو اطلاق کو لے کر ناصبی کا استدلال باطل۔۔۔!!!

اور یہ بات اپنی جگہ ہے کہ اگر "قربیٰ" مطلق بھی ہو جب بھی فقط "نسبی رشتہ داروں" کو شامل ہو گا، ہر ہر صحابی جن میں اہلِ عرب و اہلِ عجم تک شامل ہیں، یہ کلمہ اطلاق کے باوجود ان سب کو شامل نہ ہو پائے گا۔

ناصبیوں سے سوال:

اور اس مقام پہ میں اس خطیب اور اس کے "مالکوں" سے بھی پوچھنا چاہوں گا کہ:

اس آیۂ مبارکہ کے ذریعے آلِ رسول ﷺ کی مودت کے وجوب پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں ائمہ و علماء نے استدلال کیا ہے۔ جب آپ کے بقول یہ آیۂ مقدسہ ہر ہر صحابی کو بھی شامل ہے تو ذرا گن کر بتایئے کہ پچھلے ساڑھے چودہ سو سال کے دوران

کتنے ائمہ و علماء نے اس آیۂ مبارکہ کو "تمام صحابہ کی مودت کے وجوب" کی دلیل بنایا ہے؟؟؟

ناصبی کا انکارِ حدیث:

قارئینِ ذی قدر!

پہلے تو ناصبی خطیب نے بلا دلیل بلکہ خلافِ دلیل "قربیٰ" کو مطلق کہنے کے بہانے آلِ رسول ﷺ کے خصوصیت کی نفی کرتے ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کو اس وصف میں حصے دار بنایا۔

بعد ازاں وہ حدیث جو "اہلِ کساء" کی اضافی عظمت و رفعت پر رہنمائی کرتی ہے، اس حدیث کو ناقابلِ اعتماد قرار دیتے ہوئے کہا:

اچھا یہاں پر ایک بات ہو سکتی ہے، **بعض** تفاسیر کے اندر ہے، نبی پاک ﷺ سے پوچھا گیا تھا:

من قرابتك يا رسول الله ﷺ هؤلاء الذين وجبت علينا مودتهم

یارسول اللہ! آپ کے قریبی کون ہیں جن کا ہمارے اوپر پیار ضروری ہے؟

حضرات علماء کی موجودگی میں یہ بات بتا دوں۔ میں نے کہا ہم نبی پاک ﷺ کی حدیث بھی بیان کرتے ہیں۔ لیکن نگاہِ انصاف رکھنے والا اس حدیثِ پاک کی سند مجھے بتائے۔ سند جب پڑھے گا تو پتا چل جائے گا کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟

انتہی بلفظہ

قارئینِ ذی قدر!

خدارا انصاف!!!

یہ بغضِ آلِ رسول نہیں تو اور کیا ہے؟؟؟

"قربیٰ" میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے داخل ہونے پر کوئی دلیل ہی نہیں۔ کلمہ "قربیٰ" اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے صرف "نسبی رشتہ داروں" کو شامل ہے۔ وہ عظمت والے صحابہ جو نسبی رشتہ داروں کے زمرے میں نہیں آتے، وہ ہدایت کے ستارے، ہماری نسلیں ان کے نام پہ قربان، عظمتوں کے مینار ہو کر بھی "قربیٰ" میں داخل نہیں ہوتے۔

لیکن ناصبی چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ "صحابہ بھی شامل ہیں، صحابہ بھی شامل ہیں"

اور جب بات رسول اللہ ﷺ کی آلِ پاک کی آئی۔ وہ آلِ پاک جس کے "قربیٰ" میں داخل ہونے پر کسی خارجی دلیل کی حاجت ہی نہیں، خود "قربیٰ" کے معنی بتا رہے ہیں کہ یہ آیۂ مبارکہ رسول اللہ ﷺ کے اہلِ قرابت کی محبت و مودت کو لازم فرما رہی ہے۔

وہی معنی جو آیۂ مقدسہ کے کلمات سے از خود ظاہر ہیں، جو ہر عربی دان کو سمجھ آ رہے ہیں، جب اسی معنی کی تائید میں حدیثِ پاک آئی تو ناصبی بولا:

نگاہِ انصاف رکھنے والا اس حدیثِ پاک کی سند مجھے بتائے۔ سند جب پڑھے گا تو پتا چل جائے گا کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟

قارئینِ ذی قدر!

غیر اہلِ قرابت صحابۂ کرام کے "قربیٰ" میں داخل ہونے پر کوئی دلیل ہی نہیں۔ بلکہ ان کا" قربیٰ" میں داخلہ کلمہ کے لغوی مفہوم کے سراسر خلاف ہے۔ لیکن ناصبی مولوی نے بلا دلیل بلکہ خلافِ دلیل صحابۂ کرام کو اس میں داخل مان لیا۔

اور اہلبیتِ کرام جن کا "قربیٰ" میں داخلہ کسی دلیل کا محتاج ہی نہیں۔ خود کلمۂ "قربیٰ" دال کہ اس سے مراد خاندانِ رسول ﷺ ہے۔ پھر اس معنی کی تائید میں حدیث بھی موجود ہے، لیکن مولوی صاحب کے دل میں اس معنی کے لیے جگہ نہیں ،انہیں حدیث میں کلام نظر آرہی ہے اور حدیث کا ضعف دکھائی دے رہا ہے۔

اس انداز سے صاف پتا چل رہا ہے کہ:

دل میں جگہ کس کے لیے ہے اور تنگی کس کے لیے۔۔۔۔!!!

زبانی طور پر کہنا کہ "ہمارے دل تنگ نہیں"

یہ ہرگز کافی نہیں۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ کہنے کی حاجت ہی جبھی پیش آئی کہ:

ناصبی کی بات بات سے آلِ رسول ﷺ کے لیے تنگ دلی ٹپک رہی ہے۔

جب کردار سے آلِ رسول ﷺ کے لیے وسعتِ قلبی کا مظاہرہ نہ کر سکا تو گفتار کا سہارا لینا پڑا۔۔۔ ورنہ بار بار اس کا تکرار کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

حدیثِ مودت:

جس حدیث کی طرف ناصبی خطیب نے اشارہ کیا اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیۂ مقدسہ

قُلْ لاَ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى

یعنی اے حبیب! آپ فرمادیجیے کہ میں تبلیغِ دین پر تم سے کسی طرح کے اجر کا مطالبہ نہیں کرتا، سوائے میرے اہلِ قرابت کی مودت کے۔

جب یہ آیۂ مقدسہ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَنْ قَرَابَتُكَ الَّذِينَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟

یارسول اللہ! آپ کے قرابت والے کون ہیں جن کی مودت ہم پہ واجب ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

«عَلِيٌّ، وَفَاطِمَةُ، وَابْنَاهُمَا»

علی، فاطمہ، اور ان دونوں کے دونوں بیٹے۔

(فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل 1141، المعجم الکبیر للطبرانی 2641، 12259، تفسیر ابن ابی حاتم 10/3276، ترتیب الامالی الخمیسیۃ للشجری 720، 721، تفسیر الثعلبی 8/310، التفسیر الوسیط للواحدی 4/51، 52، مجمع الزوائد 7/103، 9/168)

سندِ حدیثِ مَودَّت:

رہی بات سند کی تو اس سلسلے میں:

پہلی بات:

یہ ہے کہ: اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا سے روایت کیا:

- ✓ حضرت عبد اللہ بن عباس نے۔
- ✓ آپ سے سعید بن جبیر نے۔
- ✓ ان سے اعمش نے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس صحابیٔ رسول ہیں اور باقی دونوں راوی بھی ثقہ ہیں۔

اعمش سے روایت کیا:

- قیس بن ربیع نے۔
- قیس بن ربیع سے حسین اشقر نے۔
- اور حسین اشقر سے دو راویوں نے روایت کیا:

(1): حرب بن حسن طحان (2): یحیی بن عبد الحمید حمانی نے۔

حرب بن حسن طحان والے طریق کے بارے میں صاحبِ مجمع الزوائد فرماتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ مِنْ رِوَايَةِ حَرْبِ بْنِ الْحَسَنِ الطَّحَّانِ عَنْ حُسَيْنٍ الْأَشْقَرِ عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيعِ وَقَدْ وُثِّقُوا كُلُّهُمْ وَضَعَّفَهُمْ جَمَاعَةٌ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ.

یعنی اس حدیث کو حافظ طبرانی نے حرب بن حسن طحان سے روایت کیا اور وہ حسین

اشقر اور وہ قیس بن ربیع سے راوی۔ ان تینوں حضرات کو ثقہ قرار دیا گیا ہے اور ایک جماعت نے ان تینوں کو ضعیف بھی قرار دیا ہے۔ اور اس سند کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد 7/103)

حاصلِ گفتگو یہ ہوا کہ:

حرب بن حسن طحان والی سند میں تین راوی ایسے ہیں جن کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کا اختلاف ہے۔ ایک بڑی اکثریت نے انہیں ضعیف کہا ہے جبکہ ائمہ جرح وتعدیل میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے ان تینوں کو ثقات میں شمار کیا۔

پس علامہ نور الدین ہیثمی کی تصریح کے مطابق اس حدیث کی سند میں کوئی ایک راوی بھی ایسا نہیں کہ جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

یہ بابِ مناقب ہے:

دوسری بات:

ہم اس بات کو مان لیتے ہیں کہ:

جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ پس جرح کو تقدیم دیتے ہوئے ان تینوں راویوں کو ضعیف مانیے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ:

یہ باب کونسا ہے ؟؟؟

بابِ عقائد و نظریات ؟

بابِ اعمال؟

یا بابِ فضائل و مناقب؟

خطیبِ مذکور اور اس کے مالکوں کا تو مجھے پتا نہیں، البتہ ان کے علاوہ ہر معمولی عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ:

یہ بابِ مناقب ہے۔

اور بابِ مناقب میں ایک ایسی روایت جس کا کوئی ایک راوی بھی ایسا نہیں جس کے ضعف پہ اتفاق ہو، بابِ مناقب میں ایسی روایت پر کلام کرنا در حقیقت علمِ حدیث سے جہالت کی علامت ہے۔

امام احمد بن حنبل کی رائے:

امام احمد بن حنبل کے بارے میں منقول ہے:

وَكَانَ يسلم أَحَادِيث الْفَضَائِل وَلَا ينصب عَلَيْهَا المعيار وينكر على من يَقُول إِن هَذِه الْفَضِيلَة لأبي بكر بَاطِلَة وَهَذِه الْفَضِيلَة لعَلي بَاطِلَة لِأَن الْقَوْم أفضل من ذَلِك

یعنی آپ احادیث فضائل کو مان لیا کرتے تھے اور ان پر سخت معیار قائم نہ کرتے۔ اور جو شخص کہتا کہ ابو بکر صدیق کی یہ فضیلت باطل ہے، یا مولا علی کی یہ فضیلت باطل ہے، ایسے لوگوں پر امام احمد بن حنبل انکار فرماتے۔ کیونکہ صدیقِ اکبر اور مولا علی تو کہیں بلند شانوں والے ہیں۔

(العقیدۃ روایۃ ابی بکر الخلال ص120)

علامہ سیوطی کی رائے:

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی "التعظیم والمنۃ" میں فرماتے ہیں:

أفتيت بأن الحديث الوارد أن الله أحيا أمه له ليس بموضوع ، كما ادعاه جماعة من الحفاظ ، بل هو من قسم الضعيف الذي يتسامح بروايته في الفضائل

یعنی جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالی عنہا کو دوبارہ زندہ کیے جانے کا بیان ہے۔ میں نے فتوی دیا کہ وہ حدیث موضوع نہیں۔ جیسا کہ حفاظ کی ایک جماعت نے اس کا دعوی کیا۔ بلکہ وہ قسمِ ضعیف سے ہے جس کی فضائل میں روایت میں چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے۔

المقدمة السندسية میں فرمایا:

مازال أهل العلم والحديث في القديم والحديث ، يروون هذا الخبر ويجعلونه في عداد الخصائص والمعجزات ، ويدخلونه حيز المناقب والمكرمات، ويرون أن ضعف إسناده في هذا المقام مغتفر، وأن إيراد ما ليس بصحيح في الفضائل والمناقب معتبر

اہلِ علم و محدثینِ کرام ہمیشہ سے اس خبر کو روایت کرتے آئے اور اسے خصائص اور معجزات میں گردانتے آئے۔ اور اسے مناقب و مکرمات کے باب میں داخل کرتے رہے اور یہی سمجھتے رہے کہ اس مقام پہ اس کی سند کا ضعف معاف ہے اور فضائل و مناقب میں غیر صحیح کو بھی لانا معتبر ہے۔

قارئینِ ذی قدر!

مناقب میں حدیثِ ضعیف کے معتبر ہونے کے بارے میں یہ تین حوالے محض بطورِ مثال پیش کیے ہیں، ورنہ علماء و محدثین کی دسیوں ایسی نصوص موجود ہیں جو صاف صاف فرما رہی ہیں کہ:

مناقب میں حدیثِ ضعیف بھی مانی جاتی ہے۔

اور یہ بات فقط ہم نہیں، خطیبِ مذکور اور اس کے حامی بھی مانتے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ:

ناصبیوں کو مناقب و فضائلِ اہلبیت کے انکار کا بہانہ چاہیے۔

جب کوئی اور بہانہ نہ ملا تو حدیث کو ضعیف کہہ کر آلِ رسول ﷺ کی فضیلت کا انکار کرنے کی کوشش کی۔

اور اگر بات "فضائلِ آلِ رسول ﷺ" کے علاوہ ہوتی، تو ضعیف کجا، موضوع و من گھڑت روایات بھی سر آنکھوں پر رکھتے۔ اور رکھتے کیوں۔۔۔ رکھی ہوئی ہیں۔۔۔!!!

آپ خطیبِ مذکور کے سرپرستوں کی کتابیں دیکھ لیجیے۔ ایک دو نہیں، سینکڑوں موضوع روایات لکھ لکھ کر چھاپ چکے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ روایات مناقبِ اہلِ بیت سے ہٹ کر ہیں اس لیے سب کچھ ہضم ہے۔ اور جس حدیث کی ہم بات کر رہے ہیں

اس کا تعلق خاصیتِ اہلِ بیت سے ہے، اس لیے انہیں متواتر حدیث کی ضرورت ہے۔

حدیثِ مَوَدَّت کو تلقیٔ امت بالقبول حاصل ہے:

تیسری بات:

اگر یہ حدیث بابِ مناقب سے نہ بھی ہو، جب بھی اس کے ضعف کی بات نہ کرے گا مگر اصولِ حدیث سے جاہل، یا آلِ رسول ﷺ کا بغضی۔

امتِ مسلمہ کی جانب سے اس حدیث کو "تلقی بالقبول" حاصل ہے۔ سینکڑوں علماء نے اس حدیث کو اپنی کتب میں ذکر کر کے اس سے استدلال کیا۔ اور تلقی بالقبول وہ جلیل چیز ہے کہ اس کے بعد سند سے بحث کی حاجت ہی نہیں رہتی۔

خطیب بغدادی کی گفتگو:

خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

وَإِنْ كَانَتْ هَذِهِ الْأَحَادِيثُ لَا تَثْبُتُ مِنْ جِهَةِ الْإِسْنَادِ , لَكِنْ لَمَّا تَلَقَّتْهَا الْكَافَّةُ عَنِ الْكَافَّةِ غَنَوْا بِصِحَّتِهَا عِنْدَهُمْ عَنْ طَلَبِ الْإِسْنَادِ لَهَا

یعنی یہ روایات اگرچہ سند کے اعتبار سے ثابت نہیں۔ لیکن جب سب نے ایک دوسرے سے اسے قبول کیا تو ان کے نزدیک ان روایات کی صحت کی وجہ سے ان کی سندوں سے بحث کی حاجت نہ رہی۔

(الفقیہ والمتفقہ 1 / 471)

ابنِ عبد البر کی گفتگو:

علامہ ابن عبد البر کی کلام ملاحظہ ہو:

وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا يَحْتَجُّ أَهْلُ الْحَدِيثِ بِمِثْلِ إِسْنَادِهِ وَهُوَ عِنْدِي صحيح لأن الْعُلَمَاءَ تَلَقَّوْهُ بِالْقَبُولِ لَهُ وَالْعَمَلِ بِهِ

یعنی یہ حدیث ایسی ہے کہ اس جیسی سند والی حدیث سے محدثین استدلال نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ علماء نے اسے قبول کیا اور اس پہ عمل کیا۔

(التمہید16/ 218،219)

تلقی بالقبول کے سبب نصِ قطعی کا نسخ:

اور علامہ سخاوی کے بقول "تلقی بالقبول" وہ عظیم چیز ہے کہ اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو درجہ صحیح سے بالاتر ہو کر متواتر کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور یقینی قطعی نصوص کے لیے ناسخ بن سکتی ہے۔ علامہ سخاوی کی گفتگو ملاحظہ ہو:

وَكَذَا إِذَا تَلَقَّتِ الْأُمَّةُ الضَّعِيفَ بِالْقَبُولِ يُعْمَلُ بِهِ عَلَى الصَّحِيحِ، حَتَّى إِنَّهُ يُنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْمُتَوَاتِرِ فِي أَنَّهُ يَنْسَخُ الْمَقْطُوعَ بِهِ

اور یونہی جب حدیثِ ضعیف کو امت کی جانب سے تلقیٔ قبول حاصل ہو تو درست قول کے مطابق اس پہ عمل کیا جائے گا، یہاں تک کہ اسے یقینی نص کو نسخ کرنے کے معاملے میں متواتر کے قائم مقام مانا جاتا ہے۔

علامہ سخاوی اپنے قول کی تائید میں فرماتے ہیں:

وَلِهَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ - رَحِمَهُ اللَّهُ - فِي حَدِيثِ: «لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ» : إِنَّهُ لَا يُثْبِتُهُ أَهْلُ الْحَدِيثِ، وَلَكِنَّ الْعَامَّةَ تَلَقَّتْهُ بِالْقَبُولِ، وَعَمِلُوا بِهِ حَتَّى جَعَلُوهُ نَاسِخًا لِآيَةِ الْوَصِيَّةِ لَهُ

اور اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ تعالی نے حدیث "وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں" کے بارے میں فرمایا:

اس حدیث کو محدثین ثابت نہیں مانتے۔ لیکن اکثریت کی جانب سے اسے قبول کیا گیا اور اس پہ عمل کیا گیا، حتی کہ انہوں نے اس حدیث کو "وارث کے لیے وصیت والی آیت" کا ناسخ قرار دیا۔

(فتح المغیث 1/ 350)

قابلِ غور:

قارئینِ ذی قدر!

یہ اس حدیث کی بات نہیں ہو رہی جس کا تعلق فضائل و مناقب سے ہو، وہ حدیث جس کا تعلق بابِ عمل سے ہو۔ اور علمِ حدیث سے معمولی سا تعلق رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ "بابِ عمل" میں جس قدر شدت اختیار کی جاتی ہے، "بابِ مناقب" میں کوئی محدث ایسی شدت کو روا نہیں رکھتا بلکہ کئی درجہ تسامح برتا جاتا ہے۔

جب "بابِ عمل" میں "تلقی بالقبول" حدیثِ ضعیف کو اپنے درجہ سے اٹھا کر "نصِّ

قطعی" کی ناسخ بنا سکتی ہے، پھر بابِ مناقب و فضائل میں ناصبی خطیب کا کہنا کہ:

نگاہِ انصاف رکھنے والا اس حدیثِ پاک کی سند مجھے بتائے۔ سند جب پڑھے گا تو پتا چل جائے گا کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟

انتہی بلفظہ

یہ گفتگو جہاں خطیبِ مذکور کی جہالت کی دلیل ہے وہاں اس ناہنجار کے دل میں بغضِ آلِ رسول ﷺ کا قوی قرینہ ہے۔

امام احمد رضا کی تصریح:

اہلِ علم "نورانیتِ مصطفی ﷺ" والی حدیث کی سند کو بخوبی جانتے ہیں۔ اس حدیث کے بارے میں امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی سے سوال کیا جاتا ہے تو امام احمد رضا خان کیا جواب دیتے ہیں، ملاحظہ ہو:

اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب لدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القرٰی اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل واعتماد فرماتے ہیں، بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔

(صلاۃ الصفا فی مولود المصطفیٰ ص4)

قارئینِ کرام!

خدارا انصاف!

کیا "حدیثِ مودتِ اصحابِ عبا" کی سند "حدیثِ نور" کی سند سے زیادہ کمزور ہے؟

اور کیا "حدیثِ مودتِ اصحابِ عبا" کا مدلول "حدیثِ نور" کے مدلول سے زیادہ حساس ہے؟

"حدیثِ مودتِ اصحابِ عبا" تو آیۂ مقدسہ کے کلماتِ مبارکہ سے ظاہر ہونے والا معنی ہی کی تائید کرتی ہے، جبکہ "حدیثِ نور" کا تعلق "حقیقتِ مصطفی ﷺ" سے ہے۔ "حقیقتِ مصطفی ﷺ" کے معاملے میں بے احتیاطی "تکذیبِ رسول ﷺ" جیسے عظیم جرم کی طرف کھینچ کر لے جا سکتی ہے کما اشار الیه القاضی فی الشفا

لیکن اس کے باوجود "حدیثِ نور" کو تلقی بالقبول ملی تو امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا:

بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔

(صلاۃ الصفا فی مولود المصطفیٰ ص4)

تو کیا "حدیثِ مودتِ اصحابِ کساء" کا مدلول "حدیثِ نور" کے مدلول سے زیادہ

نزاکت رکھتا ہے کہ "تلقی بالقبول" کے باوجود ناصبی ملاؤں کو سند کا ضعف نظر آرہا ہے؟؟؟

حدیثِ مَوَدَّت کی مُؤیّد روایات:

چوتھی بات:

"آیتِ مودت" میں "القربیٰ" سے "آلِ رسول اور بالخصوص "سیدنا علی المرتضی، سیدہ فاطمہ زہراء، سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین" رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین مراد ہونے سے متعلق حدیث کو تلقی امت بالقبول حاصل ہونے کے علاوہ بھی کئی مؤیدات حاصل ہیں۔

فرمانِ مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم:

سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے فرمایا:

سورۂ شوری میں ہمارے بارے میں آیت نازل ہوئی۔

پھر فرمایا:

لا يحفظ مودتنا إلا كل مؤمن

ہماری مودت کی حفاظت صرف ہر مؤمن کرے گا۔

پھر آیہ مقدسہ تلاوت فرمائی:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

(جمع الجوامع للسیوطی 18/457)

سیدنا امامِ حسن رضی اللہ تعالی عنہ کا خطبہ:

سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے وصال کے بعد سیدنا امام حسن نے جو خطبہ ارشاد فرمایا، اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا:

وَأَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ الَّذِينَ افْتَرَضَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَوَدَّتَهُمْ وَوِلَايَتَهُمْ، فَقَالَ فِيمَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى}

یعنی میں ان اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سے ہوں جن کی مودت وولایت اللہ جل وعلا نے فرض فرمائی اور وہ کتاب جسے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ذاتِ والا پہ نازل فرمایا، اس میں اللہ جل وعلا نے فرمایا:

اے حبیب! آپ فرمایئے: میں اس تبلیغ پر تم سے کسی طرح کا اجر نہیں مانگتا، سوائے "قربی" کی مودت کے۔

(المستدرک علی الصحیحین حدیث 4802، الذریۃ الطاہرۃ للدولابی حدیث 121، المعجم الاوسط حدیث 2155)

علامہ نور الدین ہیثمی نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَالْكَبِيرِ بِاخْتِصَارٍ --- وَأَبُو يَعْلَى بِاخْتِصَارٍ، وَالْبَزَّارُ بِنَحْوِهِ --- وَرَوَاهُ أَحْمَدُ بِاخْتِصَارٍ كَثِيرٍ، وَإِسْنَادُ أَحْمَدَ، وَبَعْضُ طُرُقِ الْبَزَّارِ، وَالطَّبَرَانِيِّ فِي الْكَبِيرِ، حِسَانٌ.

(مجمع الزوائد 9/146)

امام علی زین العابدین کا استدلال:

ابو الدیلم کا کہنا ہے کہ جب سیدنا امام علی زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ کو قیدی بنا کر دمشق لایا گیا تو ایک شامی کھڑا ہو کر کہنے لگا:

الْحَمد لله الَّذِي قتلكم واستأصلكم

تمام تعریفیں اللہ جل وعلا کے لیے جس نے تم لوگوں کو مارا اور جڑ سے مٹا دیا۔

اس کی بات سن کر امام علی زین العابدین نے فرمایا:

کیا تو نے قرآن پڑھا؟

اس نے بولا: پڑھا۔

فرمایا: سورۂ شوری پڑھی؟

بولا: پڑھی۔

امام علی زین العابدین نے فرمایا: کیا تو نے یہ نہیں پڑھا:

قل لَا أَسأَلكُم عَلَيۡهِ أجرا إِلَّا الۡمَوَدَّة فِي الۡقُرۡبَى

اے حبیب آپ فرمایئے: میں تم لوگوں سے اس تبلیغ پہ کسی اجر کا تقاضا نہیں کرتا سوائے "قربی" کی مودت کے۔

یہ سن کر شامی بولا: تو کیا تم لوگ وہ ہو (جن کی مودت واجب ہے؟)

امام علی زین العابدین نے فرمایا: ہاں۔

(جامع البیان 21/528)

تنبیہ:

واضح رہے کہ اہلِسنت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی ساری اولادِ امجاد، اور تمام اہلِ قرابت کی محبت ومودت واجب ہے۔ اس حدیثِ مبارک کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ باقی خاندانِ رسول ﷺ کے حق میں بے اعتنائی برتنا جائز ہے، معاذ اللہ من ذلک۔

البتہ یہ مبارک حدیث "الحج عرفة" کے باب سے ہے۔

یعنی جیسے "حج" کے اندر متعدد ایسے افعال ہیں جن کے بغیر "حج" کا تصور نہیں ہو سکتا، لیکن "وقوفِ عرفۃ" حج کا رکنِ اعظم اور اسے حج میں مرکزی حیثیت حاصل ہے، اسی مرکزی حیثیت کو بتانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الحج عرفة

بالکل اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے تمام اہلِ قرابت کی مودت واجب ولازم ہے لیکن "بابِ مودتِ قربی" میں ان چار نفوسِ قدسیہ:

"مولا علی المرتضی، سیدۃ نساء اھل الجنۃ سیدہ فاطمہ زھراء، امام حسن، امام حسین رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین"

کی مودت "رکنِ اعظم" اور "مرکزی حیثیت" کی حامل ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ

نے اسی مرکزی حیثیت کو سمجھاتے ہوئے فرمایا:

«عَلِيٌّ، وَفَاطِمَةُ، وَابْنَاهُمَا»

علی، فاطمہ، اور ان دونوں کے دونوں بیٹے۔

والله عز اسمه اعلم

حاصلِ گفتگو:

قارئینِ ذی قدر!

سطورِ بالا میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکا کہ:

- ✓ آیتِ مودت میں "قربی" سے سارے صحابہ مراد ہونا نہ صرف بلا دلیل بلکہ خلافِ دلیل ہے۔
- ✓ "قربی" سے "اہلِ قرابتِ مصطفی ﷺ" مراد ہونا خود کلماتِ آیت ہی سے ظاہر ہے، کسی خارجی دلیل کی کوئی حاجت نہیں۔
- ✓ اس باب میں وارد ہونے والی حدیث کے راویوں میں سے کوئی ایک راوی بھی ایسا نہیں جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔
- ✓ اگر روایت کو ضعیف مانا جائے پھر بھی بابِ مناقب سے ہونے کی وجہ سے مقبول و معتبر۔
- ✓ اس روایتِ مبارکہ کو امت کی جانب سے تلقی بالقبول حاصل ہے اور تلقی بالقبول وہ جلیل شے ہے کہ اس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی۔

✓ اس روایت کی مؤید متعدد روایات موجود ہیں۔

لیکن اس کے باوجود ناصبی مزاج خطیب کا کہنا ہے کہ:

نگاہِ انصاف رکھنے والا اس حدیثِ پاک کی سند مجھے بتائے۔ سند جب پڑھے گا تو پتا چل جائے گا کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ انتہی بلفظہ

یقیناً یہ گفتگو موصوف کے قلبی بغض اور آلِ رسول ﷺ کے معاملے میں تنگ دلی کو ظاہر کر رہی ہے۔ اعاذنا اللہ تعالی من ذلک

ناصبی خطیب کا ایک اور دھوکا:

اس کے بعد خطیب بولا:

لیکن میں نے کہا: اب فتنوں کا دور ہے۔ ان فتنوں کے دور میں یہ بتا دوں۔ ہمارے سینے تنگ نہیں ہیں۔ چونکہ ہم امام احمد رضا کے غلام ہیں۔ ہم حضرت عطار کے ماننے والے ہیں۔ ہم غوث اعظم کے نوکر ہیں۔

انتہی بلفظہ

قارئینِ ذی قدر!

جیسے اس ٹولے کا امام احمد رضا کی غلامی کا دعوی جھوٹ ہے، اسی طرح سیدنا غوثِ اعظم کی نوکری کا دعوی بھی محض دھوکا ہے۔ اگر یہ ناصبی ٹولہ واقعی امام احمد رضا کا غلام ہوتا تو اس آیۂ مقدسہ کے بارے میں امام احمد رضا کی رائے کو اختیار کرتا۔

آیتِ مَوَدَّت کے بارے میں امام احمد رضا کی رائے:

امام احمد رضا فرماتے ہیں:

محبت آل اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ قرآن عظیم کی آیت کریمہ ہے۔

قل لَاأَسأَلُكُم عَلَيۡهِ أجرا إِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِي الۡقُرۡبَى

(ان سے) فرمادیجئے (لوگو!) اس دعوت حق پر میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر رشتہ کی الفت و محبت۔

ان کی محبت بحمد اللہ تعالیٰ مسلمان کا دین ہے۔ اور اس سے محروم ناصبی خارجی جہنمی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فتاوی رضویہ 22/418)

آیتِ مَوَدَّت کے بارے میں سیدنا غوثِ اعظم کی رائے:

اور سیدنا غوثِ اعظم اسی آیۂ مقدسہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أي: ما أطلب منكم نفعاً دنيوياً بل أطلب منكم محبة أهل بيتي ومودتهم؛ ليدوم لكم طريق الاستفادة والاسترشاد منهم؛ إذ هم مجبولون على فطرة التوحيد الذاتي مثلي.

روي أنها لما نزلت، قيل: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرابتك؟ قال: " علي وفاطمة وأبنائهما ".

وكفاك شاهداً على ذلك ظهور الأئمة الذين هم أكابر أولي العزائم في

طريق الحق وتوحيده، صلوات الله على أسلافهم وسلامه عليهم وعلى أخلافهم، ما تناسلوا بطناً بعد بطن.

یعنی میں تم سے دنیاوی نفع کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ تم سے میرے اہلِ بیت کی محبت ومودت کا تقاضا کرتا ہوں۔ (اور یہ بھی اس لیے) کہ تمہارے لیے ان سے استفادہ واسترشاد کی راہ دائمی ہو سکے۔ کیونکہ وہ سب میری طرح فطرتِ توحیدِ ذاتی پہ تخلیق کیے گئے ہیں۔

مروی ہے کہ جب یہ آیۂ مقدسہ نازل ہوئی تو عرض کی گئی: یارسول اللہ: آپ کے اہلِ قرابت کون ہیں؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علی، فاطمہ، اور ان کے بیٹے"

اور اس حدیث (کے صدق پر) تمہارے لیے ان ائمہ کا ظہور کافی ہے جو راہِ حق وتوحیدِ باری تعالی میں اہلِ عزم وہمت کے اکابر ہیں۔ اللہ جل وعلا کی رحمتیں اور سلام ہو ان کے اسلاف پر، ان پر اور نسل در نسل آنے والی ان کی اولاد پر۔

(تفسیر الجیلانی 4/377،378)

قارئینِ ذی قدر!

اگر یہ ناصبی سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی نوکری کے دعوی میں سچا ہوتا تو سیدنا غوثِ اعظم نے اس آیۂ مبارکہ کے تحت فقط اہلِ قرابتِ رسول کا ذکر کیا اور وہی حدیث بیان کی جس کے بارے میں یہ ناصبی مزاج خطیب کہہ رہاہے:

نگاہِ انصاف رکھنے والا اس حدیثِ پاک کی سند مجھے بتائے۔ سند جب پڑھے گا تو پتا چل

جائے گا کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟

کاش یہ حقیقت سیدنا غوثِ اعظم کو پتا چل جاتی۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان ناصبیوں کے نزدیک سیدنا غوثِ اعظم بھی "نگاہِ انصاف رکھنے والے" نہ ہوں۔(معاذ اللہ من ذلک)

سنیو!!! جاگو!!!

قارئینِ ذی قدر!

جن ہستیوں کی غلامی اور نوکری کا دعوی کیا جارہا ہے، ان کے نزدیک "آیۂ مودت" میں "قربیٰ" سے مراد "صحابۂ کرام نہیں" بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیتِ اطہار ہیں۔ اور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اسی حدیث کی تصریح فرمارہے ہیں جسے یہ ناصبی طبع خطیب "ناقابلِ اعتماد" ظاہر کررہا ہے۔

لہذا اہلِ ایمان کو سمجھ جانا چاہیے کہ:

غلامی اور نوکری کا یہ دعوی فقط ان لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ہے جو امام احمد رضا خان اور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے سچے غلام اور نوکر ہیں۔ ورنہ در حقیقت ان ناصبیوں نے اپنے آقا و مالک بدل لیے ہیں اور خود ان کی گفتگو سے واضح ہوتا ہے کہ آج کل یہ کس کی غلامی اور نوکری کررہے ہیں۔

اگر آپ واقعی جاننا چاہتے ہیں کہ یہ ناصبی ملا اور اس کے مالک آج کل کس کی غلامی اور نوکری کررہے ہیں تو اسی خطیب کا اگلا جملہ ملاحظہ کیجیے، بولا:

لیکن جب سند بیان کی جائے گی تو یہ جو میں نے روایت پڑھی ہے اس کو بیان کرنے والا ایک رافضی بھی ہے۔

ہاں ہاں محققین علماء نے فرمایاہے کہ یہ اس کی ایک بنی بنائی چیز ہے۔

انتہی بلفظہ

قارئینِ ذی قدر!

ناصبی طبع خطیب کے آخری الفاظ پہ غور کیجیے۔ پہلے اس ناہنجار نے اس روایت کو ناقابلِ اعتماد قرار دینے کے لیے اس کی سند کو ضعیف کہا اور اب بڑھتے بڑھتے اسے "بنی بنائی چیز" یعنی "موضوع" قرار دے دیا۔

قارئینِ کرام!

راویوں کا ضعف الگ امر ہے اور کسی روایت کا "موضوع" ہونا الگ امر ہے۔ پہلے اس خطیب نے فقط ضعف کی طرف اشارہ کرکے اسے ناقابلِ اعتماد قرار دیا تھا، لیکن اب اسے "بنی بنائی" اور موضوع گردان رہاہے۔۔۔

میں ناصبی طبع خطیب اور اس کے حامیوں اور مالکوں سے پوچھنا چاہوں گا کہ:

اس روایت کا "بنی بنائی چیز" ہونا کس کا قول ہے؟؟؟

قارئینِ ذی قدر!

اہلِ علم نے حدیث کی سند پر گفتگو تو کی ہے لیکن کسی نے اسے "بنی بنائی چیز" یا "موضوع" اور "باطل" نہیں کہا۔

ہاں ایک شخص ہے جس نے اس روایت کو "باطل" کہاہے، اور وہ ہے:

"ناصرالدین البانی"

نہ تو امام احمد رضا خان نے اس حدیث کو "بنی بنائی چیز" قرار دیا اور نہ ہی سیدنا غوثِ اعظم نے۔ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے تو اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے استدلال کیا، پھر آپ اسے بنی بنائی چیز کیسے کہہ سکتے ہیں؟

اور پھر آپ غور کیجیے کہ خطیبِ ناصبی مزاج کا کہنا ہے کہ:

"محققین علماء نے فرمایا ہے"

یعنی:

سیدنا غوثِ اعظم کا تعلق محققین علماء سے نہیں تھا اور نہ ہی امام احمد رضا خان کا شمار محققین علماء میں ہوتا ہے۔ البتہ "ناصر الدین البانی" کا شمار محققین علماء میں ہوتا ہے اور اسی کے نزدیک یہ روایت سراسر باطل ہے۔

سنی بھائیو!

بات سمجھو۔۔۔!!!

ناصبی طبع خطیب گفتار میں چاہے کسی کی غلامی کا دعوی کرے، اس کا کردار گواہ ہے کہ وہ "ناصر الدین البانی" اور اس کے ہمنواؤں کا "نوکر اور غلام" ہے۔

اور اس "نوکری و غلامی" میں یہ خطیب تنہا نہیں، اس کے سرپرستوں کی طرف سے منظرِ عام پہ آنے والی تفسیر کو دیکھ لیجیے، اس خطیب کے سرپرستوں نے اس

آیۂ مبارکہ کے تحت "مودتِ آلِ رسول ﷺ" کا قول سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔

جی ہاں!

پوری تفسیر اقوالِ ضعیفہ سے بھری پڑی ہے ، لیکن جس آیۂ مقدسہ میں "آلِ رسول ﷺ" کی مودت و محبت کے واجب ہونے کا بیان ہے اس کے تحت نہ تو اس مسئلہ کو بیان کیا اور نہ ہی اس روایت کی طرف کوئی اشارہ کیا۔

بالفاظِ دیگر:

ناصبی طبع خطیب جس کمپنی کا پروردہ ہے، ان کے نزدیک یہ حدیث اور یہ قول اس لائق ہی نہیں کہ اسے اپنی تفسیر میں نقل کیا جائے۔

قارئینِ کرام!

جب سرپرستوں کی یہ حالت ہے تو ان کی کوکھ میں پلنے والوں سے آلِ رسول ﷺ کے لیے انصاف کی امید کیسے کی جا سکتی ہے؟؟؟

اہلِسنت کے لیے اب بھی موقع ہے کہ سمجھ جائیں۔۔۔ سنی اور ناصبی میں فرق سمجھیں۔

ورنہ یہ ٹولہ اہلِسنت کو خاندانِ رسول ﷺ سے دور کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ اور اللہ نہ کرے کہ وہ وقت آئے جب اہلِسنت کی اولادوں کے دلوں سے خانوادۂ رسول ﷺ کی عزت و حرمت نکال دی جائے اور محبتِ آلِ رسول ﷺ کو رافضیت قرار دیا جائے۔

لہذا اہلِسنت کو ایسے رہزنوں سے متنبہ رہنا ضروری ہے۔ یہ رہزن دایاں دکھا کر بائیں سے وار کرنے والے ہیں، امام احمد رضا کی غلامی اور سیدنا غوثِ اعظم کی نوکری کا جھانسا دے کر "ناصر الدین البانی" کی تعلیمات سکھاتے ہیں، انہی لوگوں کے بارے میں امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گھٹڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

سند کا رافضی:

خطیبِ مذکور کا کہنا ہے کہ:

اس کو بیان کرنے والا ایک رافضی بھی ہے۔

انتہی بلفظہ

قارئینِ کرام!

یہ ہے وہ چال جو اس قسم کے ناصبی، سادہ لوح سنیوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے چلتے ہیں۔

میں یہ نہیں کہوں گا کہ اس روایت کا راوی "رافضی" نہیں۔

میں ناصبی مزاج خطیب اور اس کے مالکوں سے صرف اتنا پوچھنا چاہوں گا کہ کیا سند میں رافضی کے آجانے سے وہ حدیث ناقابلِ اعتماد ہو جاتی ہے؟ یا بقولِ خطیب "بنی بنائی چیز" بن جاتی ہے؟

اگر "نہیں" تو پھر یہ جملہ عوام کو گمراہ کرنے کے لیے نہیں تو اور کس مقصد کے لیے ہے؟

اور اگر "ہاں"۔۔۔

تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ان راویوں کے بارے میں ناصبی خطیب اور اس کے سرپرست کیا کہیں گے:

. عبد الملك بن أعين الكوفى ، مولى بنى شيبان

. عباد بن يعقوب الأسدى الرواجنى ، أبو سعيد الكوفى ، الشيعى

. عوف بن أبى جميلة العبدى الهجرى ، أبو سهل البصرى ، المعروف بالأعرابى

. فطر بن خليفة القرشى المخزومى ، أبو بكر الكوفى الحناط ، مولى عمرو بن حريث

. هارون بن سعد العجلى ، و يقال الجعفى ، الكوفى الأعور

. سليمان بن قرم بن معاذ التميمى الضبى ، أبو داود البصرى النحوى

. عمرو بن حماد بن طلحة القناد ، أبو محمد الكوفى

. جعفر بن سليمان الضبعى ، أبو سليمان البصرى ، مولى بنى الحريش

. بكير بن عبد الله ، و يقال ابن أبى عبد الله الطائى الكوفى الطويل ، المعروف بالضخم

. عبد الله بن عبد القدوس التميمى السعدى ، أبو محمد ، و يقال أبو سعيد ، و يقال أبو صالح ، الرازى الكوفى

. خالد بن مخلد القطوانى ، أبو الهيثم البجلى مولاهم الكوفى

. عبيد الله بن موسى بن أبى المختار : باذام ، العبسى مولاهم ، أبو محمد الكوفى

. أبان بن تغلب الربعى ، أبو سعد الكوفى القارى

. عدى بن ثابت الأنصارى الكوفى

. محمد بن فضيل بن غزوان بن جرير الضبى مولاهم ، أبو عبد الرحمن الكوفى

. إسماعيل بن عبد الرحمن بن أبى كريمة السدى

. على بن الجعد بن عبيد الجوهرى ، أبو الحسن البغدادى ، مولى بنى هاشم .

. سعيد بن عمرو بن أشوع الهمدانى الكوفى القاضى

قارئینِ ذی قدر!

مودتِ اہلِ بیتِ رسول ﷺ والی حدیث کی سند میں ایک رافضی کے آنے سے وہ روایت اس قابل نہیں رہی کہ اسے ناصبی خطیب کے سرپرست اپنی تفسیر میں

لکھیں۔ قولِ ضعیف کے طور پر بھی اس کا ذکر جائز نہ سمجھا، لیکن سطورِ بالا میں جن شخصیات کا میں نے ذکر کیا یہ " صحیح بخاری اور صحیح مسلم" کے راوی ہیں۔ ان سے مروی احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں اہلِ علم کی رائے موجود ہے جو انہیں "رافضی" قرار دیتے ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کی سندوں میں "رافضی" آجانے کے باوجود وہ حدیث " صحیح" کہلائے، لیکن "مودتِ اہلِ بیت" کے بارے میں مروی حدیث کی سند میں "رافضی" آجانے سے وہ روایت "بنی بنائی چیز" اور "تفسیر میں ناقابلِ ذکر" بن جائے۔۔۔۔ یہ کہاں کا انصاف ہے ؟؟؟

میرے بھائیو!

ان ناصبیوں کے وار کو سمجھو۔۔۔

یہ تمہیں تمہارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گھرانے سے دور کرنا چاہتے ہیں۔۔۔

خدارا آنکھیں کھولو اور رہزنوں کی اس چال کو سمجھو۔۔۔!!!

ناصبی خطیب کی تقیہ بازی:

قائینِ کرام!

اس ناصبی خطیب نے عوامِ اہلِسنت کو دھوکا دینے کے لیے اپنی گفتگو میں یہ جملے بھی بولے:

ہم رب کا عموم بھی مانتے ہیں، مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تخصیص بھی مانتے ہیں۔

سادہ لوح سنی سمجھے گا کہ یہ خطیب تو آل واصحاب دونوں کی بات کر رہا ہے، اور حقیقی سنی ہے ہی وہ جو آل واصحاب دونوں کی بات کرے، پھر اعتراض کس بات پہ؟؟؟

تو میں اپنے سنی بھائیوں کو بتانا چاہوں گا کہ یہی طریقہ ہے اس ناصبی ٹولے کا۔۔۔

اسی انداز سے یہ سادہ لوح سنیوں کو لوٹتے ہیں اور ہمارے سادہ لوح سنی بھائی نادانی میں ان ظالموں کے ہاتھوں اپنے نظریات بیچ ڈالتے ہیں۔

سنی بھائیو!

بات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی تعظیم و تکریم کی نہیں ہو رہی۔۔۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین میں سے ہر ایک کی تعظیم و تکریم لازم لازم لازم ہے اور اس پہ قرآن وحدیث کے لاتعداد و بے شمار دلائل موجود ہیں۔۔۔

یہاں بات یہ ہو رہی ہے کہ:

آیتِ مودت میں آلِ رسول ﷺ" کے لیے انفرادی حیثیت ہے یا نہیں۔۔۔؟؟؟

ناصبی طبع خطیب اس تخصیص کا انکاری ہے۔۔۔!!!

اس کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ "آیتِ مودت میں آلِ رسول ﷺ کے لیے کسی طرح کی کوئی تخصیص نہیں"

سادہ لوح سنی بھائی بولیں گے کہ وہ تو کہہ رہا ہے کہ "ہم تخصیص بھی مانتے ہیں"

تو میرے سنی بھائی!

یہی دھوکے کا مقام ہے۔

یہ ناصبی جانتے ہیں کہ اگر صاف صاف انکار کیا تو سنی ہم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ ہمیں ہر جلسے میں جوتے پڑیں گے۔ ہمارے چندے اور نذرانے بند ہو جائیں گے۔ اس لیے سادہ لوح سنی بھائیوں کو دھوکا دینے کے لیے اس طرح کے جملے بول دیتے ہیں، ورنہ یہ ناصبی خطیب اور اس کے سرپرست ، سب کے سب اہلِ بیتِ رسول کی خاصیت کے انکاری ہیں۔۔۔۔!!!

جی ہاں!!!

اور میری یہ بات بلا دلیل نہیں۔

پہلی دلیل کی طرف تو سطورِ بالا میں اشارہ کر چکا۔ اس ناصبی خطیب کے مالکوں کی تفسیر میں سینکڑوں اقوالِ ضعیفہ ہیں، لیکن "آیتِ مودت" کے تحت نہ تو سطورِ بالا میں مذکور حدیث بیان کی اور نہ ہی آلِ رسول کی محبت و مودت کے واجب ہونے کے بارے میں کوئی ایک حرف بھی لکھا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ:

ناصبی خطیب نے "مطلق، مطلق" کہہ کر "بابِ مودت میں آلِ رسول ﷺ کی تخصیص" کا انکار کیا ہے۔ ہمارے کم علم دوست اس بات کی باریکی سے واقف نہیں، انہیں بتانا چاہوں گا کہ:

حنفیوں کے نزدیک قرآنِ عظیم کے مطلق کو اطلاق پر رکھنا لازم ہے۔ اگر مطلق کے اطلاق پہ عمل ممکن ہو تو اس کے مقابل قیاس یا خبرِ واحد (یعنی وہ حدیث جو اصطلاحی

شہرت کی حد تک نہ پہنچی ہو ، بھلے وہ صحیح ہی کیوں نہ ہو) جب قیاس اور خبرِ واحد قرآن کے مطلق کے مقابل آجائے اور مطلق پہ عمل ممکن ہو تو اس قیاس اور خبرِ واحد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اصول الشاشی میں ہے:

ذهب أَصْحَابنَا إِلَى أَن الْمُطلق من كتاب الله تَعَالَى إِذا أمكن الْعَمَل بِإِطْلَاقِهِ فَالزِّيَادَة عَلَيْهِ بِخَبَر الْوَاحِد وَالْقِيَاس لَا يجوز

یعنی علمائے احناف کا مذہب یہ ہے کہ کتاب اللہ کے مطلق پہ جب عمل ممکن ہو تو خبرِ واحد اور قیاس سے اس پہ اضافہ جائز نہیں۔

(اصول الشاشی ص29)

ہماری دسیوں کتبِ اصول میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

تو مطلب یہ نکلا کہ جب "قربیٰ" کو "مطلق" کہہ کر "آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کی تخصیص کا انکار کیا تو دبے لفظوں میں کہہ دیا کہ:

اس کے مقابل کوئی حدیث بھی آجائے تو مقبول نہیں۔۔۔۔!!!

جی ہاں!

میرے بھائیو!

بات کو سمجھو!

اگر خطیبِ مذکور کی گفتگو کے یہ معنی نہیں بنتے تو میں اس ناصبی خطیب اور اس کے ہمنواؤں سے پوچھنا چاہوں گا کہ اس کے کوئی دوسرے معنی بتائیں۔۔۔!!!

جب "مطلق" کا لفظ لا کر "آلِ رسول ﷺ" کی تخصیص کا انکار کیا تو اب مقابلے میں کوئی حدیثِ صحیح بھی آجائے تو جب تک وہ اصطلاحی شہرت کی حد تک نہیں پہنچتی ، حنفی اصول کے مطابق آیت کو مقید نہیں کیا جاسکتا۔۔۔!!!

اگر حدیثِ صحیح غیر مشہور آجائے تو جب بھی قرآنِ عظیم کے مطلق کو مقید نہیں کیا جاسکتا تو اس حدیث کو تو ناصبی مزاج مولوی " صحیح " ماننے کو بھی تیار نہیں۔ پھر یہ حدیث قرآنِ عظیم کے مطلق کی تقیید کیسے کر سکتی ہے؟؟؟

لہذا سنی دوست اس بات کو سمجھیں کہ اس خطیب کا کہنا:

ہم رب کا عموم بھی مانتے ہیں، مصطفی ﷺ کی تخصیص بھی مانتے ہیں۔

یہ فقط عوام کو دھوکا دینے کے لیے ہے۔ ورنہ جب گفتگو کے شروع میں " قربی" کو مطلق بول کر "آلِ رسول ﷺ کی تخصیص" کا انکار کیا تو اب " تخصیص" ماننے کی کوئی وجہ ہی باقی نہ رہی۔ بلکہ تخصیص ماننا خود خطیب کے بیان کردہ ضابطے کے خلاف ہے۔

تیسری بات:

جب ناصبی مزاج خطیب کہہ رہا ہے کہ:

یہ روایت ایک رافضی راوی کی "بنی بنائی چیز" ہے۔

جب اس کے نزدیک یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے۔۔۔ تو پھر اسے مانا کیسے جا سکتا ہے؟؟؟

کیا خطیبِ مذکور اور اس کے حامی اس کی وضاحت دے سکتے ہیں ؟؟؟

خطیبِ مذکور نے اسے فقط ضعیف نہیں، "بنی بنائی چیز" قرار دیا ہے۔۔۔

اگر ناصبی مولوی اس روایت کو " صحیح" مانتا جب بھی گفتگو کے شروع میں " قرآن کا مطلق" بول کر تخصیص کا انکار کر چکا تھا، چہ جائیکہ وہ اسے ضعیف بلکہ من گھڑت قرار دے رہا ہے، ایسی صورت میں تخصیص کیسے مانی جا سکتی ہے ؟؟؟

لہذا سنی دوست متنبہ رہیں۔۔۔!!!

یہ کہنا کہ "ہم رسول اللہ ﷺ کی تخصیص بھی مانتے ہیں" یہ فقط سادہ سنیوں کو دھوکا دینے کے لیے بولا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی نگاہ میں:

"بابِ مودت میں آلِ رسول ﷺ" کی کوئی تخصیص نہیں۔

اور یہ نظریہ افکارِ اہلسنت کے سراسر خلاف ہے۔۔۔!!!

اللہ جل وعلا ایسے ناصبیوں سے پناہ عطا فرمائے۔

ہمیں آلِ رسول ﷺ کی سچی غلامی نصیب فرمائے۔ اصحابِ رسول ﷺ کا با ادب بنائے۔ اور اہلِ سنت کو ناصبیت و رافضیت ہر دو فتنوں سے نجات عطا فرمائے۔

آمین

بحرمة النبی الامین

صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

محمد چمن زمان نجم القادری

جامعة العین ۔ سکھر

22 محرم الحرام 1443ھ /31 اگست 2021ء